السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مدرک رکوع کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس مسئلہ کی بنیاد مقتدی کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے پر ہے۔ اسحق بن راہویہ، احمد، مالک اور ابو حنیفہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کا خیال ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے جہری قرأت والی نمازوں میں کچھ نہ پڑھے اور احناف کے نزدیک جہری اور سرّی دونوں میں کچھ نہ پڑھے۔ چونکہ ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث میں آیا ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ الخ یعنی امام اقتداء کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے۔ جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ (امام) پڑھے تم چپ رہو۔ رواہ الخمسة الا الترمذی ۔ امام ابو داؤد رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واذا قرأ فانصتو کی زیادتی محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ ابو خالد سے وہم واقع ہوگیا ہے۔ لیکن منذری نے امام ابو داؤد کے قول کو محل نظر قرار دیا ہے، چونکہ امام مسلم نے اسے صحیح کہا ہے۔ لہذا اس زیادتی کی صحت کو ترجیح حاصل ہے مگر اس سے مراد فاتحہ کے علاوہ ہے۔ چونکہ متعدد صحیح اور حسن احادیث میں وارد ہوچکا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ احناف کی دلیل ایک یہ حدیث بھی ہے مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاۃٌ : یعنی مقتدی کے لیے امام کی قرأة ہی کافی ہے۔ امام شوکانی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اس سے استدلال ٹھیک نہیں۔ نیز قرآن کی آیت فَاسْتَمِعُوْالَہٗ وَاَنْصِتُوْا کو بھی احناف بطور دلیل پش کرتے ہیں۔ اول تو یہ آیت نماز کے بارے میں نہیں ہے اگر نماز کے متعلق بھی مان لی جائے تو جہری کے متعلق ہے نہ کہ سرّی کے امام شافعی اور ان کے اصحاب کا مسلک وجوب فاتحہ خلف الامام ہے۔ بغیر سرّی اور جہری کے مابین فرق کے، خواہ مقتدی امام کی قرأة سنتا ہو یا نہ سنتا ہو۔ ان کی دلیل اس باب میں واقع عبادہ بن صامت کی حدیث ہے اور شوافع نے قول اول کا جواب اس طرح دیا ہے۔ کہ وہ احادیث عام ہیں اور عبادہ بن صامت کی حدیث ہے اور شوافع نے قول اول کا جواب اس طرح دیا ہے۔ کہ وہ احادیث عام ہیں اور عبادہ کی حدیث خاص ہے اور عام پر خاص کی ترجیح ضروری ہے جیسا کہ اصول میں مقرر ہے علامہ شوکانی نے ''ارشاد الفحول'' میں اور ہم نے ''حصول المأمول'' میں بیان کردیا ہے۔ احادیث صحیحہ بھی امام شافعی کے قول کی تائید کرتی ہیں۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ واجب ہے خواہ مقتدی ہو یا امام۔ ان احادیث سے راہ فرار اختیار نہیں کیجا سکتی مگر احادیث صحیحہ کے ساتھ نہ کے عمومی دلائل کے ساتھ۔ پھر شافعہ میں اختلاف ہے کہ فاتحہ سکتات امام میں پڑھی جائے یا امام کے ساتھ، ظاہر احادیث سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ہی پڑھی جائے، لیکن اگر سکتات امام میں پڑھی جاسکے تو یہ زیادہ مناسب ہے۔ چونکہ قول اول والوں کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنے والا اجماع پر عامل ہوگا۔ امام کی قرأة کے وقت یا سورة پڑھنے کے وقت فاتحہ نہ پڑھنے پر کوئی دلیل وارد نہیں، بلکہ تمام صورتیں جائز اور سنت ہیں۔

القصہ حق بات یہ ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا امام اور ماموم دونوں پر ہر رکعت میں واجب ہے اور قرأة فاتحہ صحت صلوٰة کی شروط میں سے ہے۔ اور جس شخص نے گمان کیا ہے کہ کوی نماز یا کوئی رکعت بغیر فاتحہ کے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اقامت حجت کا محتاج ہے۔ واذلیس فلیس

اس بحث سے جمہور کے مسلک کا ضعف خود بخود ظاہر ہوگیا۔ جمہور کا خیال ہے کہ اگر مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا ہے اور ساتھ شامل ہوگیا اس کی وہ رکعت بھی ہوجائے گی اگرچہ اس نے بالکل قرأة نہ کی ہو۔ اور ان کی دلیل ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ مَنْ اَدْرَکَ الرُّکُوْعَ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاَخِیْرَۃِ فِیْ صَلٰوتِہٖ یَوْمَ الجمعہ فَلْیُضف الیھا رکعة اخری جس شخص نے نماز جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری کو اس کے ساتھ ملالے۔ دار قطنی نے اسے روایت کیا ہے۔ اور اس میں یٰس بن معاذ متروک الحدیث راوی ہے۔ نیز دار قطنی سے ہی مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں : اذا ادرک احدکم الرکعتین یوم الجمعة فقد ادرک و اذا ادرک رکعة فلیرکع الیھا الاخری یعنی جس نیط نماز جمعہ کی دو رکعتیں ادا کرلیں ٹھیک لیکن اگر ایک رکعت پڑھی ہے تو اسے ایک اور ساتھ ملالینی چاہیے۔ مگر اس کی سند میں بھی سلیمان متروک الحدیث اور صالح ضعیف راوی موجود ہیں۔ دونوں روایتوں میں جمعہ کی قید سے معلوم ہوتا ہے، کہ غیر جمعہ کی نماز اس ک یخلاف ہے اور اسی طرح دوسری روایت میں ایک رکعت کی قید مزید گو مدعا کے خلاف ہے۔ چونکہ رکعت اصل میں پوری رکعت کو کہتے ہیں نہ کہ رکوع یا اس کے بعد کے کسی حصے کو جیسا کہ صحیح مسلم میں براکی روایت کے الفاظ ہیں : فوجدت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ فسجدتہ۔ چونکہ رکوع کا سجدے اور قیام کے برابر واقع ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلی روایت میں رکعت سے مراد رکوع ہے۔ اور حدیث من ادرک الرکعة من صلوٰة الجمعة جتنے طرق سے بھی آتی ہے۔ ان میں کوئی کلام سے خالی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ابن ابی حاتم نے علل میں اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ لا اصل لھذا الحدیث انا المتن من ادرک من الصلوٰة رکعة فقد ادرکھا : یعنی اس حدیث کا اصل نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ جس شخص نے نماز سے ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔ اسی طرح دار قطنی اور عقیلی نے کہا ہے۔ ابن خزیمہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں جس نے ایک رکعت امام کے سیدھا ہونے سے قبل اس نے نماز پالی (یعنی ثواب) یہ حدیث بھی ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ حقیقت عرفیہ اور شرعیہ جو حقیقت لغویہ پر مقدم ہیں۔ جیسا کہ اصول کا مسئلہ ہے۔ دونوں میں رکعت جمیع اذکار وارکان کا نام ہے پس ابن خزیمہ والی اور اس سے قبل واقع حدیث کو اپنے حقیقی معنی سے پھیرنا صحیح نہیں ہے۔ اور حدیث میں جو قبل ان یقیم الامام صلبہ (یعنی امام کے سیدھا ہونے سے پہلے رکعت پالے) کی قید وغیرہ ہوتی ہے۔ تو یہ دفع وہم کے لیے ہے۔ یعنی وہ شخص جس نے تمام قرأت امام کے رکوع جانے سے قبل پڑھ لی مراد ہے۔ اگر کسی کے فاتحہ سے فارغ ہونے سے قبل امام نے رکوع کردیا وہ بھی غیر مدرک رکعت ہے۔ یہاں سے یہ سمجھنا بالکل آسان ہے کہ مدرک رکعت صرف وہ ہے جس نے مکمل رکعت مع تمام اذکار وارکان کے پالی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت بھی ہے۔ انہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک الامام فی الرکوع فلیرکع معہ ولیعد الرکعة یعنی جو شخص امام کو رکوع میں پائے تو اس کے ساتھ شامل ہوجائے اور رکعت کو لوٹائے۔ نیز امام بخاری نے جزء القرأة خلف الامام میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ اگر قوم رکوع پالے تو اس رکعت کو شمار نہ کرے۔ حافظ ابن حجر رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات صحیح ہے یعنی ابو ہریرہ کی موقوف روایت لیکن (مذکورة الصدر مرفوع) کا اصل نہیں ہے۔ اور رافعی امام صاحب کی اتباع کرتے ہوئے فرماتے ہیں : کہ ابو عاصم عبادی ابن خزیمہ سے حکایت کرتے ہیں کہ وہ ابو ہریرہؓ کی (مرفوع) حدیث سے حجت پکڑتے ہیں۔

اور امام بخاریؒ نے قرأة فاتحہ خلف الامام کے ہر قائل وجوب سے یہ مسلک نقل کیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے شافعیہ کی ایک جماعت سے اس مذہب کی حکایت کی ہے۔ شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ نے محدثین شافعیہ سے روایت کی ہے۔ عقیلی نے بھی اسی مذہب کو ترجیح دی ہے۔ او کہا ہے کہ میں نے اس مسئلہ کو خوب کھنگالا ہے۔ فقہ اور حدیث دونوں کی رو سے اس پر نظر کی ہے۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ حاصل ندہیں ہوا، جو میں نے ذکر کردیا ہے (یعنی

رکعت شمار نہ کی جائے) عراقی نے اپنے شیخ سبکی سے شرح ترمذی میں حکایت کی ہے کہ جس نے فاتحہ نہیں پڑھی اسے رکعت شمار نہ کرے ۔ تعجب تو اس پر ہے جس نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے : (باوجود ان آئمہ کبار کے واضح خیالات کے) جو مدرک رکوع کی عدم رکعت کے قائل ہیں ۔ جمہور کا ابی بکرہ کی روایت سے استدلال کہ ایک شخص نے دور سے نماز شروع کر دی تو آں حضرت نے اسے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد ۔ یعنی جو جمہور کے مسلک کی مؤید ہو، جیسے اس میں اعادہ کا حکم مذکور نہیں ہے ۔ اسی طرح یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ آپؐ نے اس رکعت کو رکعت شمار کیا ہو ۔ (دعا صرف اس کی حرص میں اضافہ کے لیے ہے اور ممانعت صرف دور سے نیت باندھنے سے ہے) باقی مقتدی امام کے ساتھ ماموربہ ہے ۔ خواہ وہ چیز قابل اعتماد ہو یا نہو ۔ جیسے حدیث میں ہے اذا جئتم الی الصلوٰۃ و نحن سجود فاسجدو ولا تعدوھا شیئاً یعنی اگر کوئی شخص اس وقت جماعت سے ملا ہے ۔ جب امام سجدے میں ہے تو اسے سجدہ کرنا ہوگا اور وہ سجدہ رکعت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا ۔ اخرجہ ابوداؤد وغیرہ ۔ نبی علیہ السلام نے ابو بکرہ کو صرف ایسے فعل سے روکا ہے ۔ اس سے یہ استدلال کہ آپ نے رکعت لوٹانے سے روکا ہے ۔ یہ صحیح نہیں ہے ۔ ابن حزم نے محلی میں اس حدیث پر اس طرح نوٹ دیا ہے جمہور کے لیے اس حدیث میں ہر گز کوئی دلیل نہیں ہے ۔ چونکہ اس میںمذکور نہیں ہے کہ آپنے اس رکعت کو کافی سمجھا تھا ۔ ابن حزم نے قیام اور قرأۃ فاتحہ کے لازم ہون پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے ۔ ما ادرکتم فصلوو ما فاتکم فاتموا اور جزما کہا ہے کہ رکعت اور رکن رکعت کے فوت ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ چونکہ جملہ ارکان کی تکمیل کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی اور حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز امام پہلے ادا کر چکا ہے اسے پورا کیا جائے ۔ اس حکم سے کسی رکن کو خارج کرنا مناسب نہیں ہے اس کے بعد ابن حزم فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے ۔ (وھو کاذب فی ذالک) یعنی اجماع کا مدعی جھوٹا ہے ۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ ایسی رکعت شمار نہ کی جائے کہ جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے ، نیز حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ اگر سوال کیا جائے کہ آدمی کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور رکوع میں شامل ہو جائے کیا اسے مدرک رکعت کہیں گے تو یہ ایک دوسری نافرمانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کا حکم صرف یہ ہے ۔ کہ آدمی جب نماز میں داخل ہو تو صرف اسی حالت میں داخل ہو جس میں امام اس وقت (یعنی اگر امام رکوع میں ہے تو رکوع میں اور اگر کسی دوسری حالت میں ہے ۔ تو اسی حالت میں) ہے ۔ نیز یہ کسی نماز کے حصے کی قضا امام کے سلام سے قبل ہر گز جائز نہیں ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور کی سب سے بڑی دلیل ابو ہریرۃ کی وہ روایت ہے جس میں ''قبل ان یقیم صلبہ '' کے الفاظ ہیں اور اسے ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے حالاں کہ وہ ان کے مطلوب پر دلالت نہیں کرتی ، نیز امام ابن خزیمہ کا مذہب بھی دوسرا ہے ۔ کیسے ممکن ہے کہ ابن خزیمہ کے نزدیک یہ روایت صحیح ہو ، اور اس کا مذہب اس کے الٹ ہو اور ہماری منجملہ دلیلوں کے ابو ہریرہؓ اور قتادہ کی وہ روایات ہیں جو متفق علیہا ہیں ۔ (ما ادرکتم فصلوو ما فاتکم فاتموا) حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں رقم طراز ہیں کہ وہ اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے ، چوں کہ اس کا قیام اور قرأۃ فوت ہو چکے ہیں ، پھر ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کی دلیل ابو بکرہ کی روایت ہے اور اس کا جواب آپ پڑھ چکے ہیں ۔ صاحب شرح منتقیٰ فرماتے ہیں کہ سید علامہ محمد بن اسماعیل الامیر نے اس موضوع پر ایک رسالۃ تالیف کیا ہے اور اس نے جمہور کے مذہب کو ترجیح دی ہے اور میں نے اس کے جواب میں چند بحثیں لکھی ہیں ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مدرک رکوع رکعت نہیں ہے اور بغیر قرأۃ فاتحہ کے رکعت نہیں ہوتی

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 3 ص 170-174

محدث فتویٰ